Fikr-o-Nasar (Islamabad) 15:1 (1977)

بلوچستان اور قائدِ اعظمؒ

جہانگیر شاہ جوگیزئی

فکر و نظر کے شمارہ دسمبر ۱۹۷۶ء میں "قائدِ اعظم اور بلوچستان" کے عنوان سے جو مقالہ شائع ہوا ہے اسے پڑھنے سے ایک تاثر یہ پیدا ہوتا ہے کہ بلوچستان کی برطانوی تسلط سے آزادی اور اس کی پاکستان میں شمولیت صرف اور صرف بلوچ عوام کی مرہونِ منت ہے جبکہ حقائق اس سے قدرے مختلف ہیں۔

قیام پاکستان سے پہلے صوبہ بلوچستان دو حصوں میں منقسم تھا۔ ایک ریاستی بلوچستان اور دوسرے برطانوی بلوچستان برطانوی بلوچستان کے پانچ اضلاع تھے۔ کوئٹہ پشین، ژوب، لورالائی، سبّی اور چاغی۔ اگر لسانی لحاظ سے دیکھا جائے تو کوئٹہ پشین میں بہ استثنیٰ سریاب پڑوار کے سب پٹھانوں کا علاقہ ہے جن میں کاکڑ، ترین، اچکزئی اور کانسی شامل ہیں۔ کوئٹہ شہر میں وہ لوگ بھی بستے ہیں جو پاک و ہند کے مختلف علاقوں سے آکر یہاں آباد ہوئے۔ ژوب بھی تمام تر پٹھان علاقہ ہے جس میں کاکڑ اکثریت میں ہیں۔ لورالائی بہ استثنیٰ بارکھان، سب کاکڑ پٹھان اکثریت کا علاقہ ہے اور ضلع سبّی میں زیارت اور سبّی تحصیل کا علاقہ خالص پٹھان علاقہ ہے۔ البتہ ضلع نوشکی میں ذکر، مینگل اور بادنی بلوچ آباد ہیں۔

برطانوی بلوچستان میں شاہی جرگہ کے اراکین کی کل تعداد ۵۳ تھی جس میں بلوچ علاقوں کے ارکان کی تعداد صرف سات تھی۔ جن میں سردار جمالی، سردار کھوسہ، سردار نور محمد گولا۔ سردار مری، سردار بگتی، سید جلال شاہ نوشکی سے اکبر خان سنجرانی، سردار دوست محمد خان ذکر مینگل شامل تھے۔ جب کہ باقی ۴۶ ممبران پختون تھے۔

ریاستی بلوچستان، ریاست قلات جو اس وقت کچی، مکران، مستونگ، خضدار پر مشتمل ہے، علیحدہ ریاست تھی۔ خاران کا علاقہ نواب خاران کی عملداری میں تھا اس کے علاوہ لسبیلہ علیحدہ ریاست تھی۔ ان ریاستوں کا برطانوی بلوچستان سے کوئی تعلق نہ تھا۔ البتہ ریاست قلات کے شاہی جرگہ کے ممبر برطانوی بلوچستان کے ممبروں کے ساتھ بیٹھتے تھے لیکن ۱۹۴۶ء میں ریاست قلات کے

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

شاہی جرگہ کے ممبروں کو علیٰحدہ کر دیا گیا اور اس طرح برطانوی بلوچستان کے شاہی جرگہ کے اراکین کی کل تعداد ۵۴ رہ گئی۔ یہ شاہی جرگہ بلوچستان میں پارلیمنٹ کی حیثیت رکھتا تھا جہاں بلوچستان کے رواج کے مطابق تمام فیصلے کئے جاتے تھے۔ اور یہی وہ تاریخی جرگہ تھا جس نے نواب محمد خان جوگیزئی تمندار ژوب کی قیادت میں پاکستان میں شمولیت کا اعلان کیا۔ تمندار کا مفہوم یہ لیا جاتا ہے کہ ایسا سردار جو قوم والا ہو۔ برطانوی بلوچستان میں اس وقت یہ تمندار تھے: نواب جوگیزئی تمندار ژوب، سردار انور خان تمندار کتران، نواب مری تمندار مری، نواب بگتی تمندار بگتی، سردار لونی تمندار لونی، انگریزوں سے قبل بھی یہی سردار تھے۔ جوگیزئی میں سرداری مختلف مراحل میں ان کے اپنے ہی گھرانے میں تبدیل ہوتی رہی ہے۔

یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ چونکہ پٹھان بھی بلوچستان ہی کے رہنے والے ہیں اس لئے انہیں بلوچستانی تو کہا جا سکتا ہے لیکن بلوچ نہیں، کیونکہ بلوچ لسانی لحاظ سے ایک الگ قوم ہیں جن کی زبان اور رواج پٹھانوں سے مختلف ہیں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ جب بلوچستان میں پٹھانوں کا تذکرہ آئے تو انہیں پختون لکھا جائے، کیونکہ اب تک یہ تاثر دیا گیا ہے کہ بلوچستان میں تمام تر بلوچ ہی رہتے ہیں حالانکہ بلوچ اقلیت میں ہیں۔ صرف مری، بگتی، جمالی، کھوسہ اور رندی بلوچ ہیں جو کہ نصیر آباد مری بگتی مکران میں رہتے ہیں۔ بروہی لوگ ضلع قلات، خضدار میں رہتے ہیں اور جاموٹ بھی بلوچ نہیں ہیں جو لسبیلہ اور کچھی میں رہتے ہیں۔ برطانوی بلوچستان کو اس لئے بلوچستان کہا گیا کہ انگریزوں نے پہلے بلوچ علاقوں پر قبضہ کیا اور بعد میں پٹھان آبادیوں کو مغلوب کیا گیا اس لئے یہ علاقے بلوچستان کے نام سے موسوم ہو گئے۔ یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بلوچستان میں بلوچ اور پختون صدیوں سے ساتھ ساتھ رہنے کے باوجود افسوس ایک دوسرے کی زبان، رواج اور ثقافت سے آج بھی اتنے ہی دور ہیں، جتنے شروع میں تھے۔ اس لئے جن لوگوں نے پاکستان کی جدوجہد میں بھرپور حصہ لیا ان میں جعفر خان جمالی کے سوا باقی تقریباً سب ہی پختون ہیں۔

قائداعظم جب سبی کے دربار میں تشریف لائے تو میں خود دربار میں موجود تھا۔ اور مختلف اوقات میں میری ان سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ ایک مرتبہ بحیثیت سٹی مجسٹریٹ اور ممبر میونسپلٹی کے، دوسری مرتبہ جب قائداعظم نے افسران سے خطاب کیا۔ تیسری مرتبہ چائے پر اور چوتھی مرتبہ دربار میں۔ بلوچوں میں سے صرف جمالی، مری، بگتی کے سربراہان، سردار جمال خان بگتی اور سردار دودا خان آئے تھے

سردار کھوسہ، سردار گولا، اور نواب غوث بخش رئیسانی بھی موجود تھے۔ اور چائے پارٹی میں بھی رہے۔ قلات سے کوئی سردار دربار میں تھا اور نہ ہی قائد سے ملنے کے لئے آیا۔ اس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ خان آف قلات اپنی ریاست کی آزادی کا اعلان کر چکے تھے۔ اور برابر کی حیثیت سے قائد سے بات چیت کرنا چاہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ قائد سے اقرار کے باوجود والیٔ قلات نہ تو دربار میں آئے اور نہ ہی الحاق کا اعلان کیا۔ اس کے باوجود تمام حاضرینِ دربار نے بہ استثنیٰ چند بلوچ سرداروں کے قائد پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا۔ یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ نواب خاران، جام صاحب آف لسبیلہ کے علاوہ نواب رئیسانی نے بھی کبھی خان آف قلات کو آزاد رہنے کا مشورہ نہیں دیا اور اگر مکران کا نواب اور اس کا لڑکا شیخ عمر پاکستان کے ساتھ الحاق نہ کرتے تو قلات کا معاملہ دردِ سر بن جاتا۔ مزید براں بلوچستان کی پاکستان میں شمولیت صرف مسلم لیگ اور قاضی عیسیٰ ہی کی مرہونِ منت نہ تھی بلکہ قاضی عیسیٰ کے ساتھ تو شاہی جرگہ میں سے صرف سردار عثمان جوگیزئی، باز محمد خان جوگیزئی، غلام محمد خان ترین اور صاحبزادہ محمد ایوب تھے جبکہ شاہی جرگہ کے نائب صدر اور آل انڈیا دستور ساز اسمبلی کے واحد بلوچستانی رکن نواب محمد خان جوگیزئی کا قاضی عیسیٰ کے ساتھ اصولی اختلاف تھا۔ لیکن نواب محمد خان جوگیزئی کا قائد کے ساتھ براہ راست رابطہ قائم تھا۔ اس لئے اسلامی مملکت پاکستان کے قیام میں نواب محمد خان جوگیزئی جو شاہی جرگہ بلوچستان کے نائب صدر اور دستور ساز اسمبلی کے واحد بلوچستانی ممبر تھے، کی قیادت میں بلوچستان کو پاکستان میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔

صاحب مضمون نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب قائد قلات کے دورے پر تشریف لے گئے تو انہیں اکیس توپوں کی سلامی دی گئی اور گارڈ آف آنر پیش کیا گیا لیکن یہ نہیں لکھا گیا کہ جب ۱۸ فروری ۱۹۴۸ء کو قائد خان آف قلات سے ملنے گئے تو انہوں نے اپنے وزیر اعظم کے ذریعے قائد کی پذیرائی کرائی اور خود تشریف نہ لائے۔ یہ بات قاضی عیسیٰ اور محترمہ فاطمہ جناح نے محسوس کی لیکن قائد نے کہا کہ میں تو ان کا مہمان تھا اور اگر وہ خود تشریف نہیں لائے ہیں تو اس سے میری عزت نہیں بلکہ ان کی اپنی عزت پر حرف آتا ہے۔

مضمون نگار نے یہ بھی تحریر کیا ہے کہ ۲۷، ۲۸ مارچ ۱۹۴۸ء کو خان آف قلات نے اس وقت پاکستان کے الحاق کا اعلان کیا جب آل انڈیا ریڈیو سے آزادی کا اعلان نشر کیا گیا۔ دراصل ہوا

یہ تھا کہ مکران کے نواب نے اپنی ریاست کو پاکستان میں شامل کرنے کا اعلان کیا۔ اس سے سمندری علاقہ خان آف قلات کی دسترس سے باہر ہو گیا۔ دریں اثنا پاکستان نیوی ساحل مکران پر پہنچ گئی تھی۔ جب خان آف قلات کے لئے اور کوئی راستہ نہ رہ گیا تو انہوں نے پاکستان سے الحاق کا اعلان کر دیا۔ اگر خان آف قلات پاکستان کے ساتھ شروع میں مخلص ہوتے تو وہ قائد سے وعدہ کرنے کے بعد سبی دربار میں شرکت کرتے، لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ یہ بھی تاریخی واقعہ ہے کہ خان قلات کے بھائی عبدالکریم لشکر لے کر پہاڑوں پر چلے گئے تھے۔ اس وقت خان نعیب اللہ خان ای ایس سی تھے اور جنرل اکبر خان فوجی کمانڈر تھے جن کی وجہ سے عبدالکریم کی کوششیں ناکام رہیں۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیئے اگر خان آف قلات کا اعلان آزادی کامیاب ہو جاتا تو بلوچستان اور پاکستان دونوں کی آزادی خطرے میں پڑ جاتی۔ پاکستان کے قیام کے بعد اب تک وقفے وقفے کے بعد بلوچستان کی سیاسی صورت حال میں جو تبدیلیاں رونما ہوتی رہتی ہیں، اس میں بھی بہت حد تک انہیں تاریخی عوامل کا حصہ ہے، جس کا ذکر کیا گیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ بلوچستان کا تذکرہ کرتے وقت تاریخ کے صحیح واقعات لوگوں کے سامنے آنے چاہئیں تاکہ انہیں پتہ چلے کہ پاکستان کے مخلص دوستوں نے بلوچستان کو پاکستان میں لانے کے لئے کیا کچھ کیا ہے۔ میری یہ رائے ہے کہ بلوچستان کی تاریخی جدوجہد کا تجزیہ کرنے کے لئے ہونہار، محنتی اور ذہین صحافیوں اور تاریخ دانوں کو بلوچستان کے دور دراز علاقوں میں جا کر تاریخی شواہد کو یکجا کر کے سپرد قلم کرنا چاہیئے۔ کون کون سے معاملات الجھے ہوئے ہیں اور تاریخ کو کس طرح غلط انداز میں مرتب کیا جا رہا ہے۔ ورنہ مجھے ڈر ہے کہ پاکستانی بلوچستان کی صحیح تاریخ ہماری نظر سے اوجھل ہو جائے گی۔ اور یہ امر ہم سب کے لئے انتہائی افسوسناک ہو گا۔

****